© rasailojaraid.com

حکیم محمود احمد ظفر۔ سیالکوٹ

جنت میں لے جانے والے اعمال

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روز پوچھا: یارسول اللہ! کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کے راستہ میں جہاد کرنا۔ میں نے پھر پوچھا کہ کون سے غلام کو آزاد کرنا زیادہ افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو زیادہ قیمتی اور اپنے مالکوں کے ہاں زیادہ نفیس شمار ہوتا ہو۔ عرض کیا کہ اگر میں یہ نہ کر سکوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: تم کسی کام کرنے والے کی اعانت کر دو یا کسی کمزور آدمی کا کام کر دو۔ میں نے عرض کیا: اگر میں یہ بھی نہ کر سکوں؟ تو فرمایا کہ تم لوگوں کے ساتھ برائی نہ کرو۔ یہ بھی صدقہ ہے جس کے ذریعہ تم اپنے اوپر صدقہ کرتے ہو۔ (لولو والمرجان فیما متفق علیہ الشیخان جلد ۱ ص ۱۶)

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ ہی سے مسلم میں ایک روایت ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے ہر شخص کی ہڈیوں کے ہر جوڑ پر ایک صدقہ واجب ہوتا ہے۔ ہر سبحان اللہ پر صدقہ کا اجر ملتا ہے اور ہر الحمد للہ پر صدقہ کا اجر ملتا ہے اور ہر لا الٰہ الا اللہ پر صدقہ کا اجر ملتا ہے اور ہر اللہ اکبر پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے۔ اور اچھی باتوں کا حکم دینا بھی صدقہ ہے اور بری باتوں سے روکنا بھی صدقہ ہے۔ اور اس سب کی طرف سے چاشت کی دو رکعتیں کافی ہو جاتی ہیں۔ (مسلم جلد ۱ ص ۴۹۹)

۶۔ ان خصائل میں سے ایک خصلت نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے۔ معاشرہ کی اصلاح کی بنیادوں میں سے ایک بنیاد ہے اور یہ ایک ایسی تعمیری تنقید ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ برائیوں کو چھوڑ کر اور اچھائیوں اور اخلاقی کمالات کو حاصل کر کے افراد اور معاشرے سب میں خیر و بھلائی پھیلائی جائے۔ اسی وجہ سے اس امت کو "خیر امت" کا لقب دیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے!

کنتم خیر امتہ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ۔

تم ایک بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے مبعوث ہوئی ہو اور تمہارا کام لوگوں کو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا ہے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ہے۔

اس آیت میں لفظ "کنتم" استعمال کیا گیا جو بقول صاحب روح المعانی دوام کے لیے ہے۔ پھر "للناس" کا لفظ لا کر اس بات کی طرف اشارہ فرما دیا کہ تم صرف اپنوں ہی میں تبلیغ کو محدود نہ کرو۔ بلکہ بیگانوں تک بھی اللہ کی توحید اور رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچاؤ۔ تبلیغ اسلام کو صرف مسجدوں کے اندر رہنے والوں ہی تک نہ رکھو۔ بلکہ مسجدوں میں آنے والوں تک بھی اللہ کا پیغام پہنچاؤ۔ صرف مسلم ممالک ہی میں تم اللہ کا پیغام نہ سناتے پھرو۔ بلکہ یورپ کے کلیساؤں اور افریقہ کے تپتے صحراؤں میں بھی تمہاری اذانوں کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آواز گونجے۔ نہ صرف زمین پر چلنے والوں ہی کے لیے تمہارے وعظ ہوں۔ بلکہ فضائے آسمانی میں اڑنے والوں اور سمندروں کے سینوں کو چیرنے والے جہازوں میں بیٹھے ہوؤں کے لیے بھی تم داعی الی الحق بنو۔ غرض کہ اس کرۂ زمین پر اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کو خواہ وہ یہودی ہوں یا عیسائی۔ ہندو ہوں یا پارسی، بدھ مت ہوں یا جین مت، کیمونزم سے ان کا تعلق ہو یا سوشلزم سے، کسی بھی عقیدے، کسی بھی مسلک اور کسی بھی نظریے کا ماننے والا ہو۔ ہر ایک تک اللہ تعالیٰ کا پیغام جس طریقہ سے بھی ہو سکے پہنچانے کی ذمہ داری امت محمدیہ کے کندھوں پر ڈالی گئی ہے۔

پھر " **خیرامتہ اخرجت للناس** " کے بعد "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" بیان کیا یہ اس لیے کہ "وصف" پہلے بیان کیا اور "علت" بعد میں، جیسے کہتے ہیں "زید کریم یطعم الناس ویکسوھم" یعنی زید ایک کریم شخص ہے۔ کیونکہ وہ لوگوں کو کھانا کھلاتا اور پہننے کو کپڑے دیتا ہے۔ تو زید اس وقت تک ہی کریم ہے جب تک لوگوں کو کھانا کھلاتا اور کپڑے پہناتا ہے۔ جب اس نے یہ دونوں کام چھوڑ دیئے۔ اس وقت وہ کریم نہیں رہے گا۔ بالکل اسی طرح جب تک امت میں "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" رہے گا۔ امت "خیر امت" ہوگی اور جب یہ امتیازی وصف ان سے جاتا رہے گا اس وقت امت "خیر امت" کے شرف سے محروم ہو جائے گی۔

پھر المعروف اور المنکر میں الف لام استغراقی ہے جیسا کہ امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے۔ (تفسیر کبیر جلد ۲ ص ۲۲۵) مطلب یہ ہوا کہ یہ امت چھوٹی نیکی سے لے کر بڑی سے بڑی نیکی کا حکم دیتی ہے اور چھوٹی سے چھوٹی برائی سے لے کر بڑی سے بڑی برائی سے روکتی ہے۔

"خیر امت" ہونے کی تیسری علت یہ بیان فرمائی "وتؤمنون باللہ" کہ تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ ایمان حالانکہ سب کی اصل ہے اور بغیر ایمان کے کوئی عمل معتبر نہیں لیکن اس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بعد ذکر فرمایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایمان باللہ میں تو پہلی امتیں بھی ہمارے ساتھ شریک تھیں، لیکن یہ خاص امتیاز جس کی وجہ سے حضور علیہ السلام کی امت کو دوسرے انبیاء علیہم السلام کی امتوں پر تفوق اور فضیلت حاصل ہے وہ یہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ اور چونکہ ایمان کے بغیر کوئی عمل صالح معتبر نہیں، لہٰذا ساتھ ہی بطور قید کے اس کا بھی ذکر فرما دیا۔ ورنہ مقصود بالذکر وہی ہے، اس لیے اس کو مقدم کیا اور ایمان کو مؤخر۔

قرآن حکیم میں ایک اور مقام پر اس بات کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

ولتکن منکم امتہ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر و اولئک ھم المفلحون (آل عمران: ۱۰۴)

اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ضرور ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور یہی لوگ کامیاب و کامران ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ "دعوت الی الخیر" کے لیے ایک جماعت کا وجود ناگزیر ہے جس کا کام صرف یہی ہو کہ وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔ تبلیغ دین اور دعوت الی الخیر کی ذمہ داری سب سے پہلے اسلامی حکومت پر عائد ہوتی ہے لیکن حکومت اگر اس کام کو انجام نہ دے تو پھر تمام مسلمانوں پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ باہم مل کر ایسی جماعت پیدا کریں جو اس فرض کی ادائیگی میں ہمہ تن مصروف رہے۔ کیونکہ مسلمانوں کی حیات ملی اسی وقت تک قائم ہے۔ جب تک یہ جماعت باقی ہے۔

پھر اس جماعت کے کچھ اوصاف بیان فرمائے۔ جن میں سب سے پہلا وصف "یدعون الی الخیر" کہ اس جماعت کا سب سے پہلا وصف اور خصوصی امتیاز یہ ہوگا کہ وہ خیر کی طرف دعوت دیا کرے گی۔ "خیر" کیا ہے؟ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر یہ بیان فرمائی۔

الخیر ھو اتباع القرآن وسنتی (ابن کثیر جلد ۱ ص ۳۹۰ مصر)

خیر کا مطلب ہے قرآن اور میری سنت کی تابعداری

خیر کی اس سے زیادہ جامع تعریف نہیں ہو سکتی۔ اس تفسیر میں پورے کا پورا دین آ گیا ہے۔ "دعوت الی الخیر" کے ساتھ "یدعون" کا صیغہ مضارع لا کر یہ اشارہ فرما دیا کہ یہ جماعت صرف مخصوص اوقات میں نیکی کی دعوت نہ دے بلکہ اس کا شب و روز کا وظیفہ یہ ہو اور اس کی ساری زندگی کا نصب العین ہی یہ ہو۔ "امر بالمعروف" اور نہی عن المنکر" سے تو یہ سمجھا جا سکتا تھا کہ اس کی ضرورت خاص خاص موقعوں پر ہوگی جب وہ منکرات دیکھے جائیں، لیکن "یدعون الی الخیر" لا کر یہ بتلا دیا کہ منکرات ہوں یا نہ ہوں۔ اس جماعت کا کام ہر حالت میں قرآن و سنت اور نیکی کی دعوت دینا ہے۔

پھر اس جماعت کے دو وصف اور بیان فرمائے "امر بالمعروف" اور نہی عن المنکر"۔ اس کے بعد نتیجہ یہ بیان فرمایا کہ " اولئک ھم المفلحون " کہ فلاح اور سعادت حاصل کرنے والے اسی جماعت کے لوگ ہیں۔ "فلاح" کو اس جماعت کے افراد کے ساتھ کیوں مخصوص کیا گیا، صرف اس لیے کہ یہ جماعت دین کی عظمت کی ضامن اور اس کی محافظ ہے۔

ان آیات میں واجبات کے بجائے معروف اور منکر کا عنوان قائم کرنے میں شاید یہ حکمت ہے کہ یہ روکنے ٹوکنے کا معاملہ ان مسائل میں ہو جو امت میں مشہور و معروف اور سب کے نزدیک متفق علیہ ہیں۔ اجتہادی مسائل جن میں اصول شرعیہ کے تحت مختلف آراء ہو سکتی ہیں۔ ان میں یہ روک ٹوک کا سلسلہ نہ ہونا چاہیے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس زمانہ میں اس حکیمانہ تعلیم سے غفلت برتی جاتی ہے۔ اور اجتہادی مسائل جیسے رفع الیدین، آمین بالجہر وغیرہ ہی کو جنگ و جدال کا میدان بنا کر مسلمانوں کی جماعتوں کو آپس میں ٹکرایا جاتا ہے۔ اور اس پر طرہ یہ کہ اس کو سب سے بڑی نیکی بھی قرار دیا جاتا ہے۔ اور اس کے برعکس متفق علیہ معاصی اور گناہوں کی روک تھام میں بڑے بڑے شب زندہ داروں اور چھوٹے چھوٹے اجتہادی مسائل پر مسلمانوں کی جماعتوں کو لڑانے والوں کی زبان کھلنا تو درکنار ان کی جبین تقدس پر بھی شکن تک نہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پڑتی۔

مختصر یہ کہ لوگوں کو نیکی کا حکم دینا اور برائی کے کاموں سے روکنا ایک ایسا عمل ہے جو جنت میں لے جانے والا ہے۔ چنانچہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ دو، اور رمضان کے روزے رکھو اور اللہ کے گھر کا حج کرو اور اچھی باتوں کا حکم دو اور بری باتوں سے روکو۔ اور تم اپنے گھر والوں کو سلام کرو۔ جس شخص نے ان میں سے کسی شئی کی کمی کی تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ یہ اسلام کا ایک حصہ ہے جسے وہ چھوڑ رہا ہے۔ اور جس نے ان سب کو چھوڑ دیا، اس نے اسلام کی طرف پشت کر دی۔

اس فریضہ کو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر ضروری قرار دیا تھا، لیکن جب انہوں نے اس میں کوتاہی کی اور اس کو ضائع کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے رسولوں کی زبانی ان پر لعنت بھیجی۔ چنانچہ فرمایا:

"بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے۔ ان پر لعنت کی گئی تھی۔ داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبان سے یہ لعنت اس وجہ سے ہوئی کہ انہوں نے اللہ کے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے۔ اور ان لوگوں نے ایک دوسرے کو برے کاموں کے ارتکاب سے روکنا چھوڑ دیا تھا۔ اور ان کا یہ فعل واقعی برا تھا۔ (المائدہ: ۷۸)

(جاری ہے)

بقیہ از ص 42

صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ (بانی جامعہ خیر المدارس) فرماتے ہیں:

"مطالعہ کی برکت سے احقر اپنے قلب میں ہی محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ترقی و اضافہ محسوس کرتا ہے"

مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ (سابق مفتی دار العلوم دیوبند) نے فرمایا:

"مجھے بھی اس سے بڑا نفع پہنچا۔ دل سے دعا نکلی"

حضرت آپا جی رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین متین کی بہت خدمت لی۔ لیکن اس محبت و اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اثر تھا کہ آپ نے "رحمت کائنات" میں تحریر فرما دیا:۔

روز قیامت ہر کسے در دست دارد نامہ

من نیز حاضر مے شوم اوراقِ رحمت در بغل

ترجمہ:۔ قیامت کے دن ہر آدمی اپنا اپنا نامۂ اعمال تھامے ہوئے حاضر ہوگا اور گنہ گار "رحمت کائنات" کے اوراق بغل میں دبائے ہوئے حاضر ہوگا (ان شاء اللہ)

محبت و اطاعت کے جذبے سے سرشار جب سفر آخرت کی تیاری ہوئی تو ہمیشہ کے لئے اپنی لوح مزار پر یہ کلمات لکھنے کا حکم فرما کر اپنے رحیم و کریم اللہ کے سامنے حاضر ہو گئے۔

"رحمت کائنات" کا مصنف رب کائنات کے حضور میں:

تلک عشرة کاملةً رحمةً اللہ علیہ کاملةً واسعةً

© rasailojaraid.com